85

جنوبی ایشیا کی سیاست

ہندوؤں کی مخالفت، اقبال کا پس منظر اور نوعیت

پروفیسر ایوب صابر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

ایک بات نہایت واضح ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں حقیقی فرق موجود ہے، اور ہمیشہ موجود رہا ہے۔ پانیکر نے لکھا ہے کہ اسلام نے ہندی قوم کو سر سے پاؤں تک دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اور آج کل کی زبان میں جسے دو علحدہ قوموں کا وجود کہتے ہیں، یہ واقعہ ابتدا ہی سے ظہور میں آگیا، یعنی ایک ہی سرزمین پر دو متوازی قومیں عمودوار قائم ہو گئیں۔ یہ ہر منزل پر ایک دوسرے سے جدا تھیں[1]۔ چودھری محمد علی نے وضاحت کی ہے کہ ہندو۔ مسلم میل جول اور باہمی اثر پذیری کے باوجود آویزش کی گہری وجوہ دور نہ ہو سکیں۔ ہندو اپنے معاشرے سے باہر جنم لینے والے کو ملیچھ سمجھتے ہیں۔ کھانے پینے کی کوئی چیز مسلمان چھو لے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے۔ بقول سر سٹینلے ریڈ یہ ذات پات کا نظام تھا جس نے ان دو قوموں کو ہمیشہ کے لیے تقسیم کر دیا[2]۔

ہندو اور مسلمان کا فرق ایک ایسی حقیقت ہے جسے مسلمان اور ہندو اکابر نے تسلیم کیا ہے۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ۱۹۱۱ میں لکھا تھا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان فرق اس قدر حقیقی ہے کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بے حسی کے دور میں اس فرق کا احساس کم تھا، لیکن ایک دن آیا جب ہندو نے ہندو ہونے کے شعور کو سرمایہ افتخار جانا۔ اس کی خوشی اس میں تھی کہ مسلمان، ہندو کے اس افتخار کو تسلیم کرتا اور خاموش رہتا، لیکن مسلمان نے مسلمان ہونے کو وجہ افتخار جاننا شروع کر دیا۔ اب وہ مضبوط ہونا چاہتا ہے، ہندو میں ضم ہو کر نہیں بلکہ مسلمان کی حیثیت سے[3]۔ جواہر لال نہرو نے تسلیم کیا ہے کہ نیشنلزم کی ابتدائی لہریں جو انیسویں صدی عیسوی میں اٹھیں، ان کی بنیاد ہندو مذہب تھا۔ فطری بات ہے کہ مسلمان، ہندو قوم پرستی میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ کئی دہائیوں کے بعد جب وہ اپنے خول سے باہر آئے تو ہندو نیشنلزم کی طرح ان کے نیشنلزم نے مسلم قومیت کی صورت اختیار کر لی[4]۔

۲

۱۹۰۵ تک اقبال نے جو شاعری کی، وہ فکری اعتبار سے متعدد رجحانات کی حامل ہے[۵]۔ ان میں اسلامی اور وطنی قوم پرستی کے رجحانات شامل ہیں۔ مختلف اقوام کے ملک میں نیشنلزم کا رجحان اسی قوم کے حق میں مفید ہو سکتا ہے جس کی اکثریت ہو۔ انگلستان جانے سے پہلے، چند برسوں کے دوران، اقبال پر نیشنلزم کا رجحان غالب تھا۔ "تصویر درد" (۱۹۰۴) اور "نیا شوالا" (۱۹۰۵) کے حسب ذیل اشعار قابل توجہ ہیں:

☆

اجاڑا ہے تمیز ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہل وطن کے دل میں کچھ فکر وطن بھی ہے؟

☆

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

ہندو اکثریت کے لیے یہ ہندی نیشنلزم، ہندو نیشنلزم ہی کی طرح کارآمد تھا۔ مسلمان اس کے علمبردار بن کر مسلم قومیت سے محروم ہو سکتے تھے۔ یوں، مسلمانوں کے لیے الگ مسلم ریاست کا سوال بھی نہ اٹھتا۔ لیکن اقبال نیشنلزم سے اسلام کی طرف آگئے۔ قیام یورپ کے دوران، یورپی لٹریچر کے مطالعے سے، اقبال کو معلوم ہوا کہ اسلامی دنیا میں نیشنلزم کو فروغ دے کر، یورپی اقوام، ملت اسلامیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں۔ ادھر ہندوستان میں ہندوؤں نے تقسیم بنگال کے خلاف زبردست شور کیا۔ مشرقی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت انہیں بہت ناگوار گزری۔ یورپی اقوام اور ہندو قوم کے ان اقدامات نے اقبال کی سوچ کا رخ موڑ دیا۔ اقبال اسلام کے علمبردار بن گئے۔ اسلام کے اندر مسلم قومیت کا مفہوم شامل تھا جسے اقبال نے واضح کیا۔ ہندو مذہب نے ہندو نیشنلزم کو جنم دیا تھا جس کی ظاہری شکل ہندی نیشنلزم تھی۔ اسلام کے ساتھ اقبال کی کلی وابستگی، مسلم تشخص یا مسلم قومیت کے فروغ کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اسلامی نشاۃ ثانیہ ہی کا ایک پہلو اسلام کا تصور قومیت تھا جس پر اقبال نے "خطبہ علی گڑھ" اور نظم بعنوان "وطنیت" میں روشنی ڈالی۔ اس کی مکمل وضاحت "رموز بے خودی" میں ہوئی۔ اسلامی تصور قومیت کا نقطہ کمال علامہ اقبال کا مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" ہے جو وفات سے کچھ عرصہ قبل لکھا گیا۔

ملت اسلامیہ یا مسلمان قوم کی تشکیل، جغرافیائی وطنیت، نسل یا اغراض اقتصادی کی تحت نہیں ہوتی۔ اس کی تشکیل کی بنیاد خود اسلام ہے۔ اس تصور کے دو لازمی نتائج نکلتے

ہیں ۔ ایک یہ کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت یا قوم ہیں اور اسلام سے حقیقی وابستگی پیدا کر کے اور قومیت کی مادی بنیادوں کو ٹھکرا کر انہیں اتحاد قائم کرنا چاہیے ۔ دوسرا نتیجہ ' برصغیر کی سطح پر ' یہ برآمد ہوا کہ ایک جدا قوم کی حیثیت سے ' مسلمانوں کے لیے ' ایک الگ ریاست قائم ہونی چاہیے ۔ یہی بات اقبال نے خطبہ الہ آباد میں کہی ' اور یہی درحقیقت تصور پاکستان ہے ۔ ہندو احیا پر مسلمان خاموشی اختیار کرتے (اور ہندی قوم پرستی اختیار کر لیتے) تو بقول ٹیگور ہندو بہت خوش رہتے (اور پشاور سے چٹا گانگ تک متحدہ ہندوستان پر حکمرانی کرتے) ۔ لیکن اقبال نے اسلام کی آواز بلند کی اور مسلمان کو مضبوط بنانا چاہا ۔ ہندوؤں میں ضم ہو کر نہیں ' بلکہ مسلمان کی حیثیت سے ۔ یہ بات ناروا نہیں تھی ۔ اقبال ' ہندوؤں کا کوئی حق غصب نہیں کر رہے تھے ' لیکن ہندو ' اقبال سے ناراض ہو گئے اور ہندو اہل دانش نے اقبال کی شدید مخالفت شروع کر دی ۔ اس مخالفت کی وجود حسب ذیل تھیں :

۱ ۔ اقبال کی اسلام سے وابستگی

۲ ۔ اسلامی تصور قومیت

۳ ۔ تصور پاکستان

اسلامی احیا کے یہ تینوں پہلو ہندوؤں پر گراں تھے ' چنانچہ انہوں نے اقبال سے شکوہ کیا ' اقبال پر اعتراضات کیے ' ہدف دشنام بنایا ' اور اس طرح علامہ اقبال کی شخصیت کو منہدم کرنے کی کوششوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا ۔

۳

ہندو نفسیات کا بھرپور اظہار آنند نرائن ملا کی ایک مشہور نظم میں ہوا ۔ اس نظم کے بعض مصرعے اور کچھ اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں :

ع تو کعبے کا دلدادہ تھا تو بت خانے میں کیوں آیا ؟
ع اے بلبل چھوڑ کے شاخ گل ' کیوں خار و خس میں بیٹھا ہے ؟
ع مذہب کے ہاتھوں خون تری پاکیزگی تخئیل ہوئی
ع جس کو ایمان کہتا ہے تو پردہ ہے تری نادانی کا

☆

ہندی ہونے پہ ناز جسے کل تک تھا ' حجازی بن بیٹھا
اپنی محفل کا رند پرانا ' آج غازی بن بیٹھا

☆

اس گلشن سے تجھ کو ' ...ت ' اب جز تنگ گلچیں نہ رہی
اب تیری زباں حق گو نہ رہی ' اب تیری نظر حق میں نہ رہی

☆

اب دنیا والوں کو ہندو کی، نے مسلم کی حاجت ہے
مذہب آئندہ نسلوں کا نوعِ انساں کی خدمت ہے

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنند نرائن ملا نے جو ایک بڑے شاعر تھے اور ہائی کورٹ کے جج بھی رہے، اسلام کے لیے ' خار و خس ' کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور توحید رسالت پر ایمان کو نادانی کہا ہے۔ ایک شعر میں اسلام کو "گہن" قرار دیا ہے اور اقبال کو واپسی کی دعوت دی ہے:

آ محفل کو اپنا کر لے، دیرینہ طرز سخن سے پھر
ہر لب پہ دعا آتی ہے یہی، خورشید گہن سے چھوٹے پھر

ڈاکٹر سید عبداللہ نے جوگندر سنگھ، سر تیج بہادر سپرو اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد جیسے اقبال کے مداحوں کے علاوہ کم و بیش بیس اہل قلم کی تحریروں سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان سب میں ایک خصوصیت مشترک ہے۔ ہندی وطن پرستی سے اسلامی قومیت اور وسیع تر اسلامی فکر کی طرف اقبال کے ذہنی سفر پر سبھی نے سخت نکتہ چینی کی ہے[۹]۔ ان ہندو اہل قلم میں سچدانند سنہا کی حیثیت نمایاں ہے۔ وہ اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہونے کے علاوہ بھارت کی مجلس قانون ساز کی صدارت کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہوا ۹۔ انہوں نے کئی برسوں کی محنت سے ایک ضخیم کتاب Iqbal the Poet and His Message نام سے مرتب کی جو ۱۹۴۷ میں، آزادی سے پیشتر، شائع ہوئی۔ سنہا معترض ہیں کہ اقبال نے "ترانہ ہندی" کے بعد "ترانہ ملی" کیوں لکھا، اور "ترانہ ہندی" میں بھی فارسی الفاظ کیوں استعمال کیے۔ ایسی زبان لکھنا چاہیے تھی جس سے غیر مسلم مانوس تھے ۔ سنہا نے ویسی زبان کا نمونہ بھی نقل کیا ہے[۱۰]۔

سنہا نے اقبال کے تصور قومیت پر شدید اعتراضات کیے ہیں۔ ہندوستان کی سطح پر سنہا، مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ قوم ماننے کے لیے تیار نہیں۔ بین الاقوامی سطح پر اسلامی اتحاد یا پین اسلامزم کو خارج از امکان قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں سنہا نے کتاب کے انیسویں باب میں اپنا تصور اسلام پیش کیا ہے، اور بیسویں باب میں اقبال کے تصور اسلام سے بحث کی ہے۔ سنہا لکھتے ہیں کہ نماز میں فرقہ واریت نہیں ہے۔ قرآن صرف مسلمانوں کے لیے نہیں، تمام انسانوں کے لیے ہے۔ قرآن رواداری کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام لچک دار ہے، اور انسانی ضرورتوں کے تحت تبدیل ہو سکتا ہے۔ تمام مذاہب در حقیقت ایک ہیں۔ اسلام اور ہندو مت میں کوئی فرق نہیں"۔

ڈاکٹر سنہا ضرورت کے تحت اپنے موقف میں تبدیلی کر لیتے ہیں۔ انیسویں باب میں اسلام کی بہت تعریف کی ہے، ہر چند کہ اس کا مقصد مسلمانوں کو چکر میں ڈالنا ہے۔ لیکن

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ "اگرچہ اسلام، نسل اور رنگ کی تمیز ختم کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہا، لیکن اسلام مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تمیز ختم نہیں کر سکا "[۱۲]۔ یہ عجیب دانشوری ہے!

حاصل کلام یہ ہے کہ سچدانند سنہا کے نزدیک ہندو چونکہ نیشنلزم کے دلدادہ ہیں اور علامہ اقبال اس کے مخالف ہیں، اس لیے وہ ہندوؤں کے نزدیک نا مقبول ٹھہرتے ہیں۔ سنہا لکھتے ہیں:

" What ever the reason Hindus are literally imbued with the ideals and aspirations of nationalism, therefore, who, whether openly or by implication, will preach against nationalism (as does Iqbal) must run the risk of being unpopular with Hindus."[13]

چنانچہ سنہا کی مخالفت اقبال کا اصل محرک یہ ہے کہ اقبال مسلمانوں کی الگ قومیت کی بات کرتے ہیں۔ کے این سرا اور اقبال سنگھ سمیت متعدد ہندوستانی اہل قلم نے، سنہا کی پیروی کرتے ہوئے، اقبال کے تصور قومیت کو ہدف تنقید بنایا ہے، وہ اس لیے کہ اس سے قیام پاکستان کی راہ ہموار ہوئی، اور یہ تصور کسی وقت اسلامی دنیا کے اتحاد کا باعث بن سکتا ہے۔

۴

خطبہ الہ آباد (۱۹۳۰) کے فوراً بعد جن ہندو صحافیوں نے علامہ اقبال کو ہدف ملامت بنایا تھا، ان میں لالہ دینا ناتھ کا نام نمایاں ہے۔ چالیس پچاس برس بعد جس شخص نے گالیوں کو علمی رنگ روپ دیا، وہ ڈاکٹر تارا چرن رستوگی تھے۔ انہوں نے اقبال مخالف تحریریں جمع کر کے انہیں اقبال کو منہدم کرنے کی غرض سے استعمال کیا [۱۴]۔ اپنی طرف سے بھی بیسیوں لایعنی اور اشتعال انگیز اعتراضات کا اضافہ کیا [۱۵]۔ ان کی حسب ذیل تحریریں میرے سامنے ہیں:

۱۔ "مطالعہ اقبال میں پیغام اقبال" مشمولہ "تناظر" (۲)
۲۔ "اقبال اور قادیانیت" مشمولہ "شاعر" (اقبال نمبر)
۳۔ "اقبال کی ذاتی زندگی کا ایک گوشہ" مشمولہ "انشا" (ادیبوں کی حیات معاشقہ نمبر)
۴۔ Western Influence on Iqbal (پی ایچ ڈی کا مقالہ)
۵۔ Iqbal in Final Countdown

اقبال مخالفوں کے حوالے سچدانند سنہا نے بھی اکٹھے کیے اور لمبے لمبے اقتباسات درج کر کے اپنی کتاب کو ضخیم بنایا۔ دونوں، اقبال کو منہدم کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن

دونوں میں ایک فرق ہے ۔ سنہا کم ازکم ایک تہذیبی سطح بر قرار رکھتے ہیں' رستوگی ایسا نہیں کر پائے ۔ انہوں نے اقبال کو برا اور کم مایہ ثابت کرنے کے لیے اقبال مخالف اقتباسات نقل کرنے میں بھی بددیانتی سے کام لیا ہے ۔ اس سرگرمی کا باعث یہ تھا کہ علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد پیش کیا اور مسلم لیگ کا ساتھ دیا (اس کے باوجود اقبال سے تصور پاکستان کا اعزاز چھیننے کی کوشش بھی کی اور انہیں ناکام سیاست دان بھی قرار دیا) ۔ ڈاکٹر رستوگی کی اصل تکلیف ان کے اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے پہلے ان الزامات کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے جو ڈاکٹر رستوگی نے خود عائد کیے ہیں یا (دوسرے مخالفین اقبال کے عائد کردہ الزامات) شدومد سے دہرائے ہیں ۔ رستوگی' علامہ اقبال کے خاندان' نسل' اخلاق' مذہب' سیاست اور فکری اساس سب پر حملہ آور ہوتے ہیں ۔

رستوگی لکھتے ہیں کہ اقبال کا برہمن نسل سے تعلق نہیں تھا ۔ طوائفوں کے ہاں بکثرت جانے سے جنسی بیماریوں میں مبتلا ہوئے ۔ اکاون باون سال کی عمر میں بہت ہی کم سن لڑکی سے شادی کر لی تھی ۔ پہلی بیوی اور بیٹے سے ناروا سلوک کیا اور بیٹے کو بغیر کسی قصور کے گھر سے نکال دیا ۔ عطیہ سے معاشقے میں ناکامی ہوئی ۔ مایوس انسان تھے اور احساس محرومی میں آخر تک مبتلا رہے ۔ قادیانیوں کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے ۔ امرا اور بادشاہوں کی مدح سرائی کی ۔ بنیاد پرست تھے ۔ غیر محب وطن تھے ۔ "تصور خودی" چوری اور خوشہ چینی پر مبنی ہے ۔ سیاسی بصیرت سے محروم تھے ۔ جارحانہ مذہبیت میں مبتلا تھے ۔ جنگ اور خونریزی سے دنیا پر چھا جانے کی خواہش تھی ۔ ۱۹۴۷ کے قتل عام کے بھی وہی ذمہ دار تھے ۔ اور عالمی ادب میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے[۱۹] ۔

علامہ اقبال پر یہ سب اعتراضات اس لیے ہوئے کہ انہوں نے پاکستان کا تصور دیا تھا ۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو بقول رستوگی ان کی اسلامی شاعری بھی برداشت کر لی جاتی (یہ امور ان محققین کے لیے قابل توجہ ہیں جو چودھری رحمت علی کو تصور پاکستان کا خالق مانتے ہیں) ۔ رستوگی لکھتے ہیں:

> " If Iqbal's association with the all India muslim league and the address he delivered at Allahabad,advocating creation of an autonomous region comprising the areas with the Muslims in majority, be shunted off from appraising his Urdu poetry, which is of course hardly possible, his urdu poetry does emerge as a great poetry; even the poems and couplets touching upon Islamic objectives do not provoke reactive

response.[17]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

" As a matter of fact the KHUDI (The self) Iqbal enjoined upon is against the perspective of legendary Islamic history; it is more or less abrasive and aggressive posturing which cannot but remind his roll as a Muslim Leaguer."[18]

اقبال کے خلاف جملہ ناروا الزامات نہ لگتے اگر وہ مسلمانوں کے لیے مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل 'الگ ریاست' کا مطالبہ نہ کرتے اور مسلم لیگ کا ساتھ نہ دیتے' جس کی قیادت میں پاکستان قائم ہوا۔

۵

ہندوؤں کی طرف سے اقبال کی مخالفت 'ان کی اسلام سے وابستگی' ان کے تصور قومیت اور تصور پاکستان کے باعث ہوئی۔ خطبہ الہ آباد کے بعد ہندو اخبارات نے اقبال کے خلاف بہت شور کیا 'اقبال کو بہت برا بھلا کہا اور گالیاں تک دیں۔ ۷ جنوری ۱۹۳۱ کو " انقلاب " لکھتا ہے:

" ملک بھر میں کوئی ہندو اخبار ایسا نہیں جس نے ڈاکٹر صاحب کو پیٹ بھر کر گالیاں نہ دی ہوں۔ اور اس دشنام طرازی میں ایک دو ایسے اینگلو انڈین اخبار بھی شامل ہو گئے ہیں جو کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے زیر اثر ہیں "[۱۹]۔

لالہ دینا ناتھ نے " پرتاپ " میں ایک مضمون بعنوان " شمالی ہند کا ایک خوفناک مسلمان۔ ڈاکٹر اقبال کی گستاخیوں پر چند خیالات " لکھا۔ اس میں علامہ اقبال کے لیے جنونی' شرانگیز' احمقانہ' خوفناک' زہریلا' پر تعصب' تنگ خیال' پست نظر' قابل نفرت' کمینہ اور نالائق کے الفاظ استعمال کیے۔ اس کے علاوہ لکھا کہ " یہ شخص اقبال کس قدر گستاخ واقع ہوا ہے "۔ دینا ناتھ مزید لکھتا ہے:

" وہ شاعر ہے' نہ فلاسفر ہے' نہ محب وطن ہے۔ وہ ایک تنگ خیال' تنگ نظر' انتہا درجے کا متعصب مسلمان ہے۔ وہ اپنی تنگ نظری سے نوجوان مسلمان کو عمداً اس قسم کی جنگی تعلیم دیتا رہا ہے ۔۔۔ اقبال' ہندوؤں جیسی دانشمند اور طاقتور قوم کا کیا بگاڑ سکتا ہے "[۲۰]۔

حالانکہ اقبال تو " ہندوؤں جیسی دانشمند اور طاقتور قوم " کے تسلط سے مسلمانوں کو بچانا چاہتے تھے' اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔

ہندوستان کے مشہور دانش ور خشونت سنگھ لکھتے ہیں کہ " شاعر مفکر پر اسلام اس درجہ مسلط تھا کہ غیر مسلموں کے جذبات کو کم ہی اپیل کرتا ہے "۔ ڈاکٹر کنور کرشن بالی نے ایک طویل مضمون بعنوان "اقبال پر ایک تنقیدی نظر" میں بار بار اقبال کی اسلام سے وابستگی، تصور قومیت اور تصور پاکستان کو ہدف تنقید بنایا ہے[۲۱]۔ اس طرح کے بہت حوالے ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے انھیں نظرانداز کیا جاتا ہے۔ تاہم 'فراق گورکھ پوری کا ذکر ضروری ہے۔ سنہا کے علاوہ فراق کو بھی ہندو دانشوروں میں اہم مقام حاصل ہے۔

"علامہ اقبال سے متعلق خوش فہمیاں" فراق کا مشہور مضمون ہے۔ اسی عنوان سے ایک مضمون ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھ کر فراق کے الزامات کا مناسب جواب دے دیا[۲۲]۔ فراق کے جارحانہ رویے میں کمی نہ ہوئی، بلکہ ایک انٹرویو میں اسلام کو، مسلمانوں کو اور علامہ اقبال کو تہس نہس کرنے کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ ٹیگور نے صحیح کہا تھا کہ ہندو احیا پرستی پر مسلمان خاموشی اختیار کر لیتے تو ہندو خوش رہتا۔ اقبال نے الگ مسلم قومیت کی آواز بلند کر کے ہندوؤں کو ناراض کر دیا۔ وہ بہت غضب ناک ہو گئے۔ ان کی جارحانہ ذہنیت کا بھانڈا فراق گورکھ پوری نے پھوڑ دیا ہے۔ Thus Spoke Firaq کے چوتھے باب میں وہ ایک اژدھا کی طرح پھنکارتے ہیں۔ علامہ اقبال پر شدید اعتراضات کیے ہیں اور ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی ذمہ داری اقبال پر عائد کی ہے۔ فراق لکھتے ہیں:

> " Iqbal's poetry can produce only one impact. with high sounding and seemingly dignified arguments he has exerted himself to tell the Muslims to keep themselves aloof from non- muslims and make them enemies for all time to come. Is it not misguiding the Muslims? [23]

اقبال نے اسلام کا نام لیا ہے 'مسلم قومیت کی بات کی ہے 'تصور پاکستان پیش کیا ہے۔ اس بنا پر ہندو 'اقبال کا اور مسلمانوں کا ہمیشہ کے لیے دشمن بن گیا ہے۔ انہدام اقبال کی مساعی کا محرک جذبہ یہی ہے۔ چنانچہ اقبال کی شخصیت 'فکری اساس 'مذھبی اور سیاسی افکار' سبھی کو معاندانہ تنقید کا ہدف بنایا گیا ہے۔ اقبال پر تضاد کا الزام عائد کیا جاتا ہے اور اسلام سے وابستگی کی بنا پر اقبال کے پیغام کو آفاقیت کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔

۶

ہندو سیاست دانوں اور دانش وروں کا اصل ہدف پاکستان اور نظریہ پاکستان ہے ۔ پاکستان کے پس منظر میں علامہ اقبال کا فکر ہے جو پاکستان کی حقیقی اور پائدار بنیاد ہے۔ اس بنیاد کو کمزور کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ علامہ اقبال کو اخلاقی اور فکری اعتبار

سے فرومایہ ثابت کر کے منہدم کر دیا جائے ۔ دوسرا یہ کہ اقبال کا فکری رشتہ پاکستان سے کاٹ دیا جائے ۔ اس دوسرے نسخے پر بھی عمل ہو رہا ہے ۔ متعدد نامور ہندوؤں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اقبال کا تصور پاکستان سے کوئی تعلق نہیں ' یا یہ کہ وہ اس سے دست بردار ہو گئے تھے ۔ اس سلسلے میں ایڈورڈ تھامپسن کی تحریروں کا سہارا لیا گیا ۔ جواہر لال نہرو جیسے دانشمند ہندو رہنما نے یہ موقف قیام پاکستان سے قبل اختیار کر لیا تھا ۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد اور ڈاکٹر امبید کر بھی اپنی تصانیف میں پاکستان سے فکر اقبال کے تعلق کی نفی کرتے ہیں ۔ بقول ڈاکٹر جاوید اقبال " ہندو لیڈروں کو اندیشہ تھا کہ اگر اقبال کی تحریک پاکستان سے وابستگی ثابت ہوتی ہے تو تحریک کو ایک جامع نظریاتی اساس یا مقصدیت مل جاتی ہے ' لیکن اقبال کی تحریک سے لاتعلقی اسے کسی پائدار نظریاتی اساس سے محروم رکھے گی ' اور ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں یہی اس کی موت کا سبب بن جائے "[۲۴] ۔

چنانچہ باہمی تضاد سے بے پروا ہو کر ہندو ذہن دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے ۔ ایک ذہنی رجحان یہ ہے کہ اقبال نے الگ مسلم قومیت کی بات کی لہٰذا وہ فرقہ پرست ہے ۔ وہ تصور پاکستان کا خالق ہے لہٰذا اسے منہدم کرنا ضروری ہے ۔ دوسرا رجحان یہ ہے کہ اقبال آفاقی اور عظیم شاعر ہے ۔ محب وطن ہے ۔ تصور پاکستان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب کوئی (ہندی وطنی قومیت کا حامی) مسلمان ' تصور پاکستان کے باعث ' اقبال کی مخالفت کرتا ہے تو کوئی ہندو اہل قلم اسے خاموش کر دیتا ہے ' یہ موقف پیش کر کے کہ اقبال تو آفاقی ذہن رکھتے تھے ' مسلم فرقہ پرستی سے بالاتر تھے اور تصور پاکستان کا ان پر الزام عائد کرنا غلط ہے (تفصیل اگلے عنوان " نیشنلسٹ مسلمان " کے تحت دیکھیے) ۔

صحیح بات یہ ہے کہ اقبال آفاقی ذہن بھی رکھتے تھے اور انہوں نے تصور پاکستان بھی پیش کیا ۔ اسلام سے وابستگی آفاقیت کے منافی نہیں ہے ۔ اسلام خود آفاقی دین ہے ۔ اقبال فرقہ پرست اس لیے نہیں تھے کہ ہندو ۔ مسلم فرق و امتیاز کے لیے فرقہ پرستی کی اصطلاح ہی غلط ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اقبال ' ہندوؤں کے خلاف کسی تعصب میں مبتلا نہیں تھے ۔ ڈاکٹر راج بہادر گوڑ ' علامہ اقبال کے قدردانوں اور نقادوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

" یہ سب اس حد تک متفق الخیال ہیں کہ اقبال مسلمانوں کے ایک علحدہ وطن پاکستان کے تصور کے بانی اور محرک تھے ' لیکن کسی کو کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا کہ جس کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ وہ غیر مسلموں سے بغض و عناد رکھتے تھے "[۲۵] ۔

نظریہ پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے ہندو ذہن نے ایک اور رجحان کو بھی فروغ دیا ۔ وہ یہ کہ اقبال کو عظیم شاعر مانا جائے ' اور عظیم مفکر کے درجے سے گرا دیا جائے ۔ اس رجحان کو پروان چڑھانے والے ڈاکٹر سچدا نند سنہا ' فراق گورکھپوری اور تارا چرن رستوگی

ہیں ۔ اس کی سب سے نمایاں مثال اقبال سنگھ کی The Ardent Pilgrim ہے ۔ اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن (دہلی ۱۹۸۷) میں عین یہی طریق کار استعمال ہوا ہے ۔ اس رجحان نے اب مستقل حیثیت اختیار کر لی ہے ۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر حکم چند نیر' صاف لکھتے ہیں کہ اقبال کے کلام میں مذہبی اور سیاسی افکار و خیالات کی حیثیت محض ثانوی ہے ۔ اگر اقبال کی شاعری کو الگ کر دیا جائے تو ان کے فلسفیانہ' مذہبی اور سیاسی افکار ریت کی دیوار کی طرح زمین گیر ہو جائیں گے [۲۶] ۔ اس رجحان کو اشتراکی اور نیشنلسٹ مسلمانوں کا ایک گروہ بھی فروغ دیتا رہا ہے ۔

حواشی/حوالہ جات

۱ ۔ بحوالہ اقبال اور بنائے پاکستان از سید عبدالواحد مشمولہ ماہ نو کراچی' اپریل ۱۹۵۴ صفحہ ۱۰

۲ ۔ *The Emergence of Pakistan*' صفحہ ۳ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے' صفحات ۱ تا ۵

۳ ۔ ۴ ۔ بحوالہ اقبال شناسی' علی سردار جعفری' صفحات ۲۳' ۲۴

۵ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے' عروج اقبال' ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی' صفحات ۱۲۷ تا ۱۸۴

۶ ۔ شکوہ از اقبال' مشمولہ "زمانہ"' فروری ۱۹۲۹ صفحہ ۱۱۸

۷ ۔ اقبال محدود وطنی قومیت کو پیچھے چھوڑ کر جن رفعتوں اور وسعتوں سے ہمکنار ہو چکے تھے' انھیں خیرباد کہنے اور از سر نو ہندی قومیت کے پرچار پر اقبال نے غور کیا یا نہیں' اس سے قطع نظر' "ارمغان حجاز" میں ہمیں یہ رباعی نظر آتی ہے:

نگہ دارد برہمن کار خود را
نمی گوید بہ کس اسرار خود را
بمن گوید کہ از تسبیح بگذر
بدوش خود برد زنار خود را

(کلیات اقبال' فارسی' صفحہ ۹۷۹)

۸ ۔ ۹ ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے' مطالعہ اقبال کے چند نئے رخ' صفحات ۲۷۸ تا ۲۸۲ ۔ نیز "آج کل"'

دہلی 'جنوری ۱۹۵۴ صفحہ ۳۰

۱۰۔ اقبال ' شاعر اور اس کا پیغام (انگریزی) صفحہ ۱۹۱۔ ڈاکٹر سنہا نے اقبال ہی کے اس شعری نمونے کی منظوری دی ہے :

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

(نیا شوالا۔ بانگ درا)

سچا نند سنہا کو اس کی پروا نہیں ہے کہ اقبال کی زبان ایسی ہو جس سے مسلمان مانوس ہیں۔

۱۱۔ ڈاکٹر سنہا نے یہ تصور اسلام ' ہندو۔ مسلم ۔۔۔ متحدہ قومیت کو ممکن بنانے کے لیے پیش کیا۔ اپنے مخصوص قومی مقاصد کے لیے کام کرنے کا انہیں حق تھا۔ علامہ اقبال کا بھی حق تھا کہ مسلمان قوم کو ہندو تسلط سے بچانے کی کوشش کرتے۔ اقبال حق پر تھے۔ لالہ راجپت رائے لکھتے ہیں کہ میں نے گزشتہ چھ ماہ میں 'اپنے وقت کا بیشتر حصہ اسلامی تاریخ اور اسلامی قوانین کے مطالعے میں صرف کیا ہے اور اس سے جس نتیجے پر پہنچا ہوں ' وہ یہ ہے کہ ہندو۔ مسلم اتحاد ایک امر محال اور ناقابل عمل شے ہے۔ انگریزوں کے مقابلے میں ہم متحد ہو سکتے ہیں 'لیکن جمہوری طرز حکومت کے مطابق ہندوستان میں نظام حکومت قائم کرنے کے لیے ایسا اتحاد ناممکن نظر آتا ہے۔ (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ' چودھری حبیب احمد 'صفحات ۲۵۔۲۶)

۱۲۔ ۱۳۔ کتاب مذکور 'صفحات ۳۲۰ '۱۸۶

۱۴۔ Iqbal in Final Countdown میں رستوگی نے 'ایک باب میں ' امین زبیری کی تصنیف خدو خال اقبال ' کا خلاصہ درج کیا ہے۔ "اقبال دشمنی ایک مطالعہ "ان کی زندگی میں شائع ہو گئی تھی 'جس کے پہلے باب میں " خدو خال اقبال " کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اگر وہ اسے پڑھ سکتے تو ۔۔۔ اپنی کوشش کے اکارت جانے کا اندازہ ہو جاتا۔

۱۵۔ مثال کے طور پر اقبال کے والد گرامی کو " نتھو مستری " لکھا ہے (صفحہ ۲)۔ ذات پات کے ہندوانہ تعصبات کے باعث مستری کا (بہر صورت غلط) لفظ استعمال کر کے رستوگی نے سمجھا ہو گا کہ علامہ اقبال منہدم ہو گئے ہیں۔ ایسے ہندو کے لیے اشتراکی ہو کر بھی تنگ نظری سے اوپر اٹھنا مشکل ہوتا ہے۔

۱۶۔ شخصیت پر اعتراضات کے جائزے کے لیے دیکھیے : دوسرا باب۔ فکری اساس پر اعتراض کے لیے پانچواں ' اور سیاسی افکار پر اعتراضات کے لیے ساتواں باب۔

۱۷۔۱۸۔ کتاب مذکور 'صفحات ۲۱ '۲۴ '۲۵

۱۹۔ بحوالہ " حیات اقبال کے چند مخفی گوشے " مرتبہ محمد حمزہ فاروقی 'صفحہ ۴۳۲

۲۰۔ دیکھیے 'کتاب مذکور 'صفحہ ۴۳۵

دینا ناتھ کے اس آخری فقرے پر تبصرہ کرتے ہوئے " انقلاب " نے لکھا تھا کہ " مسلمان ' ہندوؤں کا کچھ بگاڑنا

نہیں چاہتے، صرف اپنا کچھ بنانا چاہتے ہیں ۔اور ہندو چیں کریں یا پیں، ان شا اللہ تعالی شمالی ہند میں اسلامی سلطنت قائم ہو کر رہے گی " ۔

۲۱ ۔اقبال پر ایک تنقیدی نظر" مشمولہ "عصری ادب جولائی ۱۹۹۰

کنور کرشن بالی کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں :

"وہ (علامہ اقبال) اس سلسلے میں ایک نہایت ہی یک رخا، محدود اور متعصب نظریہ پیش کرنے میں جٹ جاتے ہیں، وہ یہ کہ ملک کی بنیاد پر قوم کا تصور باطل ہے اور قوم صرف مذہب ہی سے قائم ہوتی ہے" (صفحہ ۲۵) ۔

"کسی بھی طرح ہوا، اقبال نے اس مقام پر غیر جانب دارانہ نیشنل اور انسانی فکر کی راہ ایک دم ترک کر دی اور مذہب مسلمانوں ہی سے زیادہ لگاؤ کے زیر اثر قوم اور وطن کا ایک انوکھا فلسفہ تراش ڈالا جس کا محور ماسوائے مذہب اسلام کے اور کچھ نہ تھا " (صفحہ ۲۷) ۔

" مذہب سے وابستہ، قوم کے تصور نے مذہبی بنا پر ہندوستان کو تقسیم کروا ڈالا ۔ اس نظریے کا اس سے زیادہ عبرت ناک سیاسی نتیجہ شاید ہی کوئی ہو " (صفحہ ۳۰) ۔

" ہندوستان میں مسلم اکثریت والے علاقوں کا "پاکستان" کے نام سے الگ ایک ملک کا وجود اسی مذہبی علحدگی کا سیاسی سطح پر نہایت ہی غلط کارنامہ ہے" (صفحہ ۳۱) ۔

۲۲ ۔فراق گورکھپوری کا مضمون رسالہ "آج کل" دہلی کے اقبال نمبر، نومبر ۱۹۷۷ میں شائع ہوا تھا ۔ اسے "افکار" کراچی نے نومبر ۱۹۷۸ کے شمارے میں شامل کر لیا ۔ ڈاکٹر سلیم اختر کا مضمون "اقبال شناسی کے زاویے" میں شامل ہے ۔

۲۳ ۔ Thus Spoke Firaq، مرتبہ: ساحت پرکاش شوق، صفحہ ۷۰

۲۴ ۔زندہ رود، جلد سوم، صفحہ ۱۰۵

۲۵ ۔ " علامہ اقبال: ان کا ورثہ اور ان کی کوتاہیاں " مشمولہ "فکر اقبال" ، مقالات حیدر آباد سیمنار، مرتبہ: ڈاکٹر عالم خوند میری و ڈاکٹر مغنی تبسم، صفحہ ۱۲۵

۲۶ ۔ " مطالعہ اقبال " مقالات اقبال سمینار لکھنئو، صفحہ ۱۱۵ ۔ جائزے کے لیے دیکھیے دوسرا باب، عنوان "اقبال، صرف ایک عظیم شاعر" ۔